تفسیر روح المعانی کی روشنی میں معاشرہ سے سد فحشاء کے راہنما اُصول

The basic guideline for precention of obscenity from society in light of Tafseer Roohul Ma'ani

گل محمد[i] ذبیح اللہ[ii]

Abstract

It has been the nature of human being that will adopt social that will fulfill all his needs and secure himself.

The place where the people where the people live toghether is called society or community. Living together some time produce various type of moral and social evils.

To control these evils and wrong actions the rules are enacted by the state. The law breakers are given bodily punishment which prove effectice to some level. Besides the high level development of human being in the field of science and technology, the rate of crimes has also increased the modesity level of man decreases day by day. The Holy Quran gives guideline in all aspects of life.

The Quranic experts have also given the solution of problems in light of the verses of the Quran. One noteable commentator of the Holy Quran Allama Alousi has narrated in his tafseer the various kinds of moral evils and their solution.

In this article, an attempt has been made to high light the principles presented by the Mufassir in prevention of immorality from society.

Keywords: Tafseer Roohul Ma'ani, precention of obscenity from society, Quranic expert*s*

تفسیر روح المعانی محمود بن عبداللہ آلوسی کی تفسیر ہے۔ علامہ آلوسی اپنے وقت کے ایک بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی علوم کے ماہر بھی سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے اس تفسیر میں جابجا معاشرتی برائیوں کی نشاندہیاں کیں اور معاشرے کی اصلاح میں ایک اہم عنصر اسے فحش اور بےہودہ کاموں سے پاک کرانا ہے۔ تفسیر روح المعانی میں جہاں جہاں آپ نے معاشرے کو فحشاء سے پاک کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے اصول

---

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

ii ایم فل سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

بیان کئے ہیں، اس آرٹیکل میں ان کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے مگر پہلے فحشاء کا تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس کے ذیل میں جو چیزیں آتی ہیں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

فحشاء کا تعارف

لفظ فحشاء کا اصل مادہ ف، ح اور ش ہے۔ عربی لغت میں فحشاء کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

"والفحشة هي الزنا ودواعيه وكل فيه ما فحش من القول اوفعل[1] """ فاحشہ سے مراد زنا اور اس کے دواعی ہیں جو ہر قسم، کے بُرے قول و فعل کو شامل ہے۔ ذکر فِي الْقُرْآن فَالْمُرَاد الزِّنَا[2] قرآن میں لفظ فحشاء زنا کے لیے مستعمل ہے۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الشَّيْطانُ يَعِدُكُمُ الفَقْرَ ويأمُرُكُمْ بالفَحْشاءِ[3] "فحشاء سے مراد ہر قبیح قول وفعل اور منکر جسے شریعت اور اہل خیر برا جانے جبکہ تفسیر روح المعانی میں لفظ فحشاء کا معنی یہ مذکور ہے "المراد بالفحشاء سائر المعاصي وحملها على الزنا[4] ۔"

شریعت کی اِصطلاح میں فحشاء سے مراد ہر قسم کی بے حیائی اور لغو قول و فعل ہے جس سے شریعت نے مکلف کو منع رہنے کا حکم دیا ہے۔ اِس قول و فعل کا مرتکب قابل سزا اور مجرم ہے اور منع رہنے والا قابل ستائش اور قابل اجر و ثواب ہے۔ فَحْشآء کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ یعنی ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو، فحش ہے۔ مثلاً بخل ، زنا، برہنگی و عریانی، عمل قوم لوط، محرمات سے نکاح کرنا، چوری، شراب نوشی، بھیک مانگنا، گالیاں بکنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے، مثلا جھوٹا پروپیگنڈا ، تہمت تراشی، پوشیدہ جرائم کی تشہیر، بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلم، عریاں تصاویر، عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا، علی الاعلان مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا، اور اسٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ۔ اس بارے میں سلیمان بن موسیٰ سے مرفوع روایت منقول ہے، وہ کہتے ہیں:

"سُوءُ الْمُجَالَسَةِ فُحْشٌ، وَشُحٌّ، وَسُوءُ الْخُلُقِ[5]"

" بُرے مجالس فحش اور حسد و بُرے اخلاق والے ہیں۔"

بدکاری سے نفرت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الزَّانِي لا يَنكِحُ إلاَّ زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لا يَنكِحُهَا إلاَّ زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ[6] "

"زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ (عورت) سے اور زانیہ سے بھی نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک (مرد) اور یہ

(بدکاری) مؤمنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زانی سے بدکاری پر رضامند صرف بدکار یا مشرکہ عورت ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک یہ عمل بُرا نہیں اور نہ وہ اس عمل سے اپنے آپ کو بچا رکھتے ہیں۔ اس طرح ہی زانیہ عورت بھی پاک دامن مرد سے جماع نہیں کرتی بلکہ اپنی طرح زناکار یا مشرک مرد سے کرتی ہے۔ کیونکہ پاک دامن مرد و زن اس عمل سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

امام قرطبیؒ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس آیت مبارکہ کے بارے میں نقل کر کے لکھتے ہیں:

"لا يزني إلا بزانية أو مشركة[7]"

اس آیت میں بدکاروں کی اخلاقی پستی کا ذکر ہے اور لوگوں کو زنا سے نفرت دلانا مقصود ہے کہ پاک دامن مؤمنوں کے شایان شان نہیں اور نہ ان سے کبھی بدکاری پر راضی ہو جائیں گے، کیونکہ ان کی پاک فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ ایسی بُری مجلسوں میں ان کو دل کی تکلیف محسوس ہو، تاکہ مسلم معاشرہ اس قبیح فعل سے پاک ہو۔

حدِ قذف

سد باب فحشاء کے لیے اہم اُصول جو امام آلوسی نے ذکر کیا ہے، وہ حدِ قذف ہے۔ اس لیے سورۃ النور میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[8]"

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگائیں، پھر (اپنے لزام کے ثبوت میں) چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہی فاسق ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں گے تو اللہ مغفرت فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مؤمنوں کی شان سے بعید ہے کہ زنا جیسے قبیح فعل کا ارتکاب کریں اور اس کے مجرم کے لیے سخت سزا مقرر کی گئی اس لیے انصاف کا تقاضا تھا کہ اس معاملے کے ثبوت کو بڑی اہمیت دی جائے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ قانون وضع کیا کہ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور اس پر چار گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو جائیں تو انہیں اسّی کوڑے مارو، ان کی شہادت آئندہ قبول نہ کرو اور یہی لوگ اللہ کے ہاں فاسق ہیں۔ الْمُحْصَنَاتِ، احصان سے ہے جس کی قرآن کریم میں دو نوع مذکور ہیں: ایک وہ جو زانی پر رجم کو واجب کرتی ہے اور دوسرا وہ جو حد قذف کو وجب کرتی ہے[9]۔ آیت میں اگرچہ الفاظ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ، استعمال ہوئے ہیں یعنی وہ لوگ جو الزام لگائیں لیکن آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد زنا کا الزام ہے اور لفظ الْمُحْصَنٰتُ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ الزام جو پاک دامنی کے خلاف ہو اور

اس پر مزید یہ کہ الزام لگانے والے سے چار گواہ لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے جو صرف زنا کا نصاب شہادت ہے۔ یہاں يَرْمُونَ، مذکر کا صیغہ اور الْمُحْصَنٰتُ مؤنث کا صیغہ مذکور ہے یعنی وہ مرد جو پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں لیکن حکم اشتراک علت کے سبب عام ہے۔ کوئی عورت دوسرے عورت یا مرد دوسری مرد پر زنا کی تہمت لگائے اور شرعی ثبوت موجود نہ ہو تو اس کے لیے بھی یہی قانون ہے[10]۔

قاذف یعنی تہمت لگانے والا بالغ، عاقل اور آزاد ہو اور مقذوف کا باپ داد بھی نہ ہو کیونکہ فقہاء کے نزدیک ان پر حد جاری نہیں کی جاسکتی، اسی طرح مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہو اس میں ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے: عقل، بلوغ، اسلام، آزادی اور پاک دامنی۔ البتہ بلوغ کے معاملے امام مالک کہتے ہیں کہ اگر ایسی عمر کی لڑکی پر زنا کی تہمت لگائی جا ئے جو بلوغ کے قریب ہو اور اس کے ساتھ مباشرت ممکن ہو تو اس کا قاذف حد کا مستحق ہے کیونکہ اس نے نہ صرف لڑکی بلکہ اس کے خاندان تک کی عزت کو مجروح کیا[11]۔

اس آیت میں قاذف کے لیے تین قسم کی سزاؤں کا تذکرہ ہے؛ جسمانی، ادبی اور دینی سزا۔

جسمانی سزا: قاذف کو جسمانی سزا کے طور پر اسّی کوڑے مارنے کا حکم ہے جو ضرب تازیانہ کے طور پر دی جاتی ہے۔

ادبی سزا: ادبی سزا یہ ہے کہ اس کو ساقط الشہادت اور ساقط الاعتبار قرار دیا گیا اور آئندہ اس کی گواہی قابل قبول نہ ہو گی۔

دینی سزا: حد قذف قاذف کو عملاً ایمانی جماعت یعنی اللہ کی اطاعت سے باہر نکال دیتی ہے یہ اس کی دینی سزا ہے مگر یہ کہ توبہ کرے۔

مؤمنین پر بدگمانی سے بچنا

قرآن میں اللہ تعالی نے معاشرہ کو فحشاء سے پاک کرنے کے لیے جو اُصول بیان کیے ہیں ان میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ مؤمنین آپس میں ایک دوسرے پر فحشاء کی بدگمانی سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، اس لیے ارشاد ربانی ہے:

"لَوْلا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ[12]"

" ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بات سنی تو مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کی بابت نیک گمان کر دیتے اور یہ کہہ دیتے کہ یہ تو ایک کھلا ہوا بہتان ہے۔"

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس میں لولا بمعنٰی ھلا ہے۔ ھلا حرف تخصیص ہے۔ جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو ترک فعل پر ملامت کے لیے استعمال ہو تا ہے۔ لولا کی ظن ہے اور إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظرف وقت ہے ظن کے فعل سے متعلق ہے تو اسے مقدم کیا کہ بوقت سماع انہوں

نے نیک گمان کرنے میں جلدی کیوں نہ کی؟ایک دوسرا نکتہ اس آیت میں یہ ہے کہ مخاطب کے صیغے سے غائب کی طرف رجوع ہے اور ضمیر مضمر سے ضمیر ظاہر کی طرف، جو زیادہ زجر اور ملامت پر دلالت کرتا ہے، ورنہ ظاہرا ایسے کہنا چاہیے تھا: ظننتم بانفسکم خیرا، جیسے لفظ ایمان میں تصریح ہے جو اشتراک فی الایمان پر دلالت کرتا ہے کہ ایمان کے رشتے میں سارے ایک ہیں یعنی سارے ایک دوسرے کے بھائی ہیں: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ جس کا تقاضا ہے کہ اپنے ہی مؤمن بھائی بہن پر بدگمانی سے بچتے رہنا چاہیے اور اپنے معاشرے میں فحشاء کی اشاعت نہ کرے[13]۔"

اس آیت کی حقیقت یہ ہے کہ مؤمنین اور مؤمنات نے اس تہمت کو سن لیا تو انہیں چاہیے کہ اپنے آپ پر قیاس کرتے کیونکہ اگر وہ خود اس معاملے سے پیش ہوتے تو کیا بے حیائی اور برائی سے باز نہ رہتے؟ جیسا کہ مفسر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابو ایوب انصاری اور ان کی بیوی کا واقعہ بیان کیا ہے:

" سیدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے وہ سنا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کہا جارہا ہے؟آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ یقینا جھوٹ ہے۔ام ایوب! تم ہی بتاؤ اگر تم سیدہ عائشہ کی جگہ اس موقع پر ہوتیں تو کیا ایسا فعل کرتیں؟ وہ بولیں: نعوذ باللہ! میں یہ حرکت ہرگز نہ کرتی۔ سیدنا ابو ایوب نے فرمایا: اگر میں صفوان کی جگہ ہوتا تو اس طرح کا خیال تک نہ کر سکتا تھا لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے بدرجہا بہتر اور صفوان تو مجھ سے اچھا مسلمان ہے[14]"

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اپنے بھائیوں پر فحشاء کی بدنامی سے اجتناب کریں اور خاص کر پاک دامن لوگوں پر، جن کی پاک دامنی مشہور ہے۔ تہمت لگانے سے اجتناب کریں اور بغیر کسی واضح دلیل کے کسی پر بدگمانی نہ کریں اور نہ دلیل کے بغیر کسی شخص کے اس قسم کے قول پر یقین رکھیں، یہ توجیہ فحشاء کے سد باب کی ضامن ہے۔

فحشاء کی اشاعت پر پابندی

سد باب فحشاء کے لیے تفسیر روح المعانی کے اصول میں ایک اہم اصول یہ ہے کہ معاشرہ میں فحشاء کی اشاعت پر مکمل پابندی لگائی جائی اور یہ ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ اشاعت فحش کے تمام ذرائع کا سد باب کرے اور ایسے مجرموں کے لیے سزا مقرر کرے۔اس لیے ارشاد ہے:

"انَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لا تَعْلَمُونَ[15]"

"بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان میں بے حیائی کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں ایک دردناک عذاب ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا ہے اور تم (سب کچھ) نہیں جانتے۔"

اس آیت مبارکہ کا اطلاق عملا بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے تمام قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی اور وہ کلب و ہوٹل اور دوسرے ادارے جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات قائم ہوتے ہیں، بھی اس کی زد میں آتے ہیں، اسی طرح آج کل اخبارات میں فحش تصاویر شائع ہوتے ہیں جن کو نوجوان مرد اور عورت دیکھتے رہتے ہیں۔ روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کوئی خاص سزا مرتب نہ ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھیے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں اس کی میلان پیدا ہوتی ہے تو لوگ فحش واقعات کے پھیلانے میں دلچسپی لیتے ہیں اور ایک دوسرے کے خفیہ باتوں کی ٹوہ بھی لگاتے ہیں، احادیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔

انٹرنیٹ اور دوسرے فحش ذرائع پر پابندی

آج کل انٹرنیٹ پر فحش سائیٹس موجود ہیں جو معاشرے میں فحشاء پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں اور بدکاری تک پہنچنے کا اسان ذریع ہیں اس لیے حکومت کا فرض ہے کہ انٹرنیٹ کے ایسی تمام سائیٹ پر مکمل پابندی لگائیں۔ اس طرح فحش فلمیں اور ڈرامے جو ہر وقت ٹی-وی اور کیبلز کی زینت بنتے ان پر مکمل پابندی ضروری ہے۔ تاکہ معاشرہ فحشاء کے ناسور سے پاک ہو۔ قرآن مجید صاف صاف کہہ رہا ہے کہ ایسی فلمیں، ڈرامے اور انٹرنیٹ سائیٹ بنانے والے یہ سب لوگ مجرم ہیں، دنیا و آخرت دونوں میں سزا کے مستحق ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح ایک ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں تک پہنچتے ہیں۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں کتنی فساد برپا کرتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ برائی کی اشاعت کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈراؤ اور انہیں سخت سزا دو

شیطانی راہوں سے بچنا

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور اس نے انسان کو راہے راست سے ہٹانے کی قسم کھائی ہے اور یہ ہمیشہ انسان کو برائی کا حکم دیتا ہے اس لیے ارشاد خداوندی ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَوْلا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ[16]"

"مومنوں! شیطان کے نقوش قدم کی پیروی نہ کرو اور جو شیطان کے نقوش کی پیروی کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ شیطان ہمیشہ بے حیائی اور بری بات کا حکم دیتا ہے اور اگر اللہ کا فضل اور کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہو سکتا لیکن اللہ ہی ہے جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ایمان والوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ زنا کا مرتکب ہونا، اس کی تہمت لگانا اور اس طرح کی برائیوں کی اشاعت بہت برے اور فحش کام ہیں اور بے حیائی اور برے کاموں کی ترغیب و اشاعت تو شیطان کا کام ہے، ایمان والوں کو ایسے کاموں سے دور رہنا چاہیے اور شیطان کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔ لفظ خطوت کے بارے میں امام راغب لکھتے ہیں:

" خطوٰت جمع خطوة، والخطوة ما بين قدمين[17]

"خطوات، خطوۃ کی جمع ہے اور خطوۃ دو قدموں کے درمیانی فاصلے کو کہا جاتا ہے۔"

شیطان کے نقش قدم کی پیروی دراصل شیطان ہی کی پیروی ہے پس جس نے اس کی پیروی کی تو اس نے فحشاء و منکر کا ارتکاب کیا کیونکہ وہ تو ان دونوں کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا[18] ۔ فحشاء سے مراد ہر قبیح قول و فعل ہے اور منکر وہ جسے شریعت اور اہل خیر برا جانے[19]۔ شیطان کی پیروی سے روکنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" وَلَوْلا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ"

یعنی اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے فتنے سے محفوظ نہ رہتے اور فحشاء و منکر کا ارتکاب کرتے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس نے تمہیں شیطان کے نقش قدم کی پیروی سے بچایا، تمہیں اچھے اور برے، خیر اور شیر میں تمیز سکھائی اور اس بے حیائی اور بہتان تراشی کو روکنے کے لیے احکام و حدود مقرر فرما دیے، اگر تم لوگ بداخلاقوں کی لپیٹ میں آتے۔ تو تم میں کسی کی عزت محفوظ نہ رہتی کیونکہ برے میلانات رکھنے والے لوگ تمہیں بدنام کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ بند کر دیے۔ یا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے انسان کو عمل صالح اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو تو انسان توبہ کے ذریعے گناہوں سے پاک ہو سکتا ہے۔

اصول استیناس یا استیذان

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے جو اصول بیان کیے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں برائی کی پیدائش ہی کو روک دیا جائے کیونکہ شریعت الٰہیہ کسی برائی کو محض جرم قرار دے کر اس کی سزا مقرر کرنے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ وہ جرم کے ساتھ اسباب جرم اور رسائل و ذرائع پر بھی پابندی عائد کرتی ہے۔ استیذان ان اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے جس کو رواج دینے سے فحشاء کا سدباب ہوتا ہے۔ استیناس اُنس سے مشتق ہے جو وحشت کا متضاد ہے کیونکہ جو شخص دوسرے کے دروازے پر کھڑا ہے اسے معلوم نہیں کہ اسے اجازت دی جاتی ہے یا نہیں؟ پس استیناس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جاؤ جب تک ان کا انس معلوم نہ کر لو یعنی یہ معلوم نہ کر لو کہ تمہارا آنا صاحب خانہ کو نا

گوارا تو نہیں۔ استیذان کے بارے میں حکم ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ[20]"

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مفسر ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں عدی بن ثابت کی روایت سے فرماتے ہیں:

"ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: إني أكون في منزلي على الحال التي لا أحب أن يراني أحد عليها، والد ولا ولد، وأنه لا يزال يدخل عليّ رجل من أهلي، وأنا على تلك الحال؟ قال: فنزلت:[21]"

"اے اللہ کے رسول! میں گھر میں بعض آوقات ایسے حال میں ہوتی ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے اس حال میں دیکھ لے، نہ باپ اور نہ بیٹا تو میرے گھر کا کوئی فرد آتا ہے اور مجھے اس حال میں دیکھتا ہے (تو میں کیا کروں گی) تو اللہ تعالیٰ نے استیذان والی آیت نازل فرمائی۔"

استیذان کا طریقہ

اول اول جب استیذان کا قاعدہ مقرر کیا گیا تو لوگ اس کے آداب سے واقف نہ تھے:

"رَجُلٌ مَنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتٍ فَقَالَ: أَلِجُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَادِمِهِ: " اخْرُجْ إِلَى هَذَا فَعَلِّمْهُ الِاسْتِئْذَانَ، فَقُلْ لَهُ: قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ " فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ[22]"

"بنو عامر کا ایک شخص جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اندر آنے کی اجازت ان الفاظ میں طلب کی کہ أألِجُ؟ تو آپ ﷺ نے خادم سے فرمایا:" ذرا اٹھ کر اسے اجازت مانگنے کا طریقہ سکھا کہ یوں کہنا چاہئے السلام علیکم ااَدحل؟ تو اس آدمی نے سنا، اس نے کہا السلام علیکم ااَدحل؟ تو نبی اکرم ﷺ نے اسے اجازت دی تو وہ داخل ہو گیا۔"

سیدنا انسؓ فرماتے ہیں:

" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلاَثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلاَثًا[23]»

"رسول اللہ ﷺ (باہر سے اجازت لیتے وقت) تین بار سلام کرتے اور جب کوئی بات فرماتے تو تین بار دُہراتے۔"

محرمات کے گھروں میں داخل ہوتے وقت استیذان

اپنے گھر اور محرمات جن سے پردہ نہیں ہوتا، گھروں میں جاتے وقت استیذان سے مراد اجازت مانگنا نہیں بلکہ ان

کو خبر دار کرنا ہے تاکہ سنبھل جائے جیسا کہ پہلے ہم نے آیت کے شان نزول میں انصاری عورت کا واقعہ ذکر کیا، اور یہ آواز یا سلام سے ہو سکتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر گھر میں کسی کی صرف ماں، بہن ہو یا بیوی ہو تو جاتے وقت سلام یا کھٹکار دینا چاہئے جیسا کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں:

"كَانَ عَبْدُ اللهِ إِذَا جَاءَ مِنْ حَاجَةٍ فَانْتَهَى إِلَى الْبَابِ، تَنَحْنَحَ وَبَزَقَ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَهْجُمَ مِنَّا عَلَى شَيْءٍ يَكْرَهُهُ[24]"

"آپؓ جب کبھی گھر میں آنے لگتے تو پہلے کوئی آواز کر دیتے تھے جس سے معلوم ہو جاتا کہ آپؓ آرہے ہیں اس لیے کہ ناپسندیدہ حالت میں ہمیں نہ دیکھے۔"

غیر محرموں سے نگاہیں نیچی رکھنا

سد باب فحشاء کے بنیادی اصول جو امام آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک اہم اصول نظروں کی حفاظت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معاشرہ سے فحشاء کے سد باب کے لیے تمام افراد خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنے نظروں کو نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ نظروں کو نیچی رکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ نظر فحشاء کی طرف پہلا قدم ہے اور نگاہ سے مراد پہلی اچانک نگاہ نہیں بلکہ ارادۃً نگاہ ڈالنا ہے۔ مطلب یہ کہ آدمی پہلی نظر میں جہاں کوئی کشش محسوس کی ہو اور وہاں پھر نظر دوڑائے اور بار بار دیکھے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

" قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ، وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ[25]"

"مؤمنوں کو کہو کہ اپنی بعض نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی پردہ پوشی کریں یہ طریقہ ان کے لیے پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ باخبر ہے ان چیزوں سے جو وہ کرتے ہیں اور مومن عورتوں کو کہوں کہ وہ بھی بعض نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

يَغُضُّوا کا ترجمہ عام طور پر نگاہیں نیچی کرنا یا نگاہی ؟ں نیچی رکھنا کیا جاتا ہے۔ غض بصر کا حکم استیذان کے بعد ذکر کی اگی اتا کہ استیذان چاہنے والا جس سے استیذان طلب کی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ ایک دوسرے کے ستر پر نگاہ ڈالیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کی دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"كُتِبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا، مُدْرِكٌ ذَلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوَى وَيَتَمَنَّى، وَيُصَدِّقُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ[26]"

"ابن آدم کے لیے زنا کا حصہ لکھا گیا اسے وہ اس کو ہر حال میں پانے والا ہے۔آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔کانوں کا زنا (حرام آواز) سننا ہے، زبان کا زنا (ناجائز) بات کرنا ہے۔ ہاتھ کا زنا (ناجائز چیزوں کو) پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (ناجائز کام کی طرف) جانا ہے اور دل خواہش کرتا ہے اور آرزو کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔"

آیت میں بعض صورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسے ہم نے ترجمہ بھی اس طرح کیا کہ " مؤمن مردوں کو کہہ دو کہ اپنی بعض نگاہیں نیچی رکھیں" اس سے مستثنیٰ صورتیں وہ ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، چنانچہ سیدہ مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں:

" أَنَّهُ خَطَبَ امْرَأَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:انْظُرْ إِلَيْهَا، فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤْدَمَ بَيْنَكُمَا[27]"

"اُنہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے دیکھ لو یہ تم دونوں کے درمیان محبت واتفاق پیدا کرنے کے لیے مناسب تر ہو گا۔"

اسی سے فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ ضرورت کے وقت بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔ مثلاً جرائم کی تفتیش کے سلسلے میں مشتبہ عورت کو دیکھنا، عدالت میں گواہی کے موقع پر قاضی کا کسی عورت کو دیکھنا، علاج کی خاطر طبیب کا کسی عورت کو دیکھنا اور محرموں کا دیکھنا وغیرہ۔ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ، سے مراد یہ ہے کہ یہ ان کے دلوں اور ان کے اعمال کو صاف رکھے گی۔ نظر کی حفاظت ان خصائص میں سے ہے جن میں انسان دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے کیونکہ جس انسان میں حیا موجود ہو وہ فطرتی طور پر غیر محرم کے سامنے نگاہ جھکائے گا یعنی گھور گھور کر نہ دیکھے گا۔ اسی طرح جس نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کیا اس کی عبادت میں حلاوت پیدا ہو گی۔ شائد اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہو۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ النَّظْرَةَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ إِبْلِيسَ مَسْمُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِي أَبْدَلْتُهُ إِيمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِي قَلْبِهِ[28]"

"نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو میرے خوف اور ڈر سے (اجنبی عورت کو) دیکھنے سے باز رہے گا میں اس کے اس عمل کے بدلہ ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔"

شرم گاہوں کی حفاظت

سد باب فحشاء کے اصولوں میں مرکزی بات شرم گاہوں کی حفاظت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو حفظ فرج کا حکم دیا ہے۔ یہی تمام اصولوں کا اصل اور مغز ہے۔ سد باب فحشاء کے تمام اصولوں کا مرکزی دائرہ حفظ فرج ہے۔ حفظ فروج میں زنا، اِغلام اور اس کے دواعی مثلاً ستر اور عورت کی حفاظت وغیرہ سب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حفظ فروج کا حکم اس لیے دیا کہ مسلمانوں کے دل اور ان کی جماعت فتنہ وفساد سے پاک رہے۔ حفظ فروج کا حکم مطلقاً ذکر

کیا۔ بخلاف غض بصر کے جس میں من تبعیضیہ تھی کیونکہ نظر بعض اوقات جائز ہوتی ہے لیکن شرم گاہوں کو ہر حال میں مستور رکھنا چاہیے حتیٰ کہ تنہائی میں بھی عریانی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ سیدنا معاویہ بن حیدۃ بن قشیر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم کس سے ستر کو چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ، فَقَالَ: الرَّجُلُ يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ؟ قَالَ:إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ، قُلْتُ: وَالرَّجُلُ يَكُونُ خَالِيًا، قَالَ:فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ[29] "

"اپنے ستر کو اپنی بیوی اور باندھی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔ ایک شخص نے کہا کبھی کبھار مرد، مرد کے ساتھ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا ہو سکے اپنے ستر کو دوسروں سے پوشیدہ رکھو۔ میں نے کہا: کبھی کوئی فرد اکیلے ہوتا ہے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں سے زیادہ اس کا حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔"

غیر محرموں سے زینت چھپائے رکھنا

سد باب فحشاء کا ایک اصول یہ ہے کہ مؤمنات غیر مردوں سے اپنی زینت چھپائے رکھے۔ اس بارے میں ارشاد ہے:

" وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلاَّ لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُوْلِي الإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء[30]"

"اور عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رکھا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے یا اپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنی میل جول کی عورتوں کے سامنے یا اپنے مملوک کے سامنے یا (عورتوں کی) خواہش نہ رکھنے والے مردوں کے سامنے یا ان بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی ناواقف ہوں۔"

زینت کی دو قسمیں ہیں:

اَ. خلقی اور قدرتی زینت سے مراد عورت کا بدن جو چہرے، ہاتھوں، پنڈلیوں، بالوں اور سینے کے ابھار کے ساتھ مخصوص ہے۔

ب. مصنوعی اور اختیاری زینت وہ ہے جو عادتاً عورت بناتی ہے جیسے کپڑوں کی خوب صورتی، سرمہ، مہندی اور زیور وغیرہ[31]۔

إِلاَّ مَا ظَهَرَ مِنْهَا میں زینت سے استثناء ہے کہ وہ زینت ظاہر نہ کریں مگر جو کچھ اس حسن و زیبائش سے ظاہر ہو جائے جیسے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس سے مراد وہ زینت ہے جو خود بخود ظاہر ہو جائے اور حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے:

" أَيْ: لَا يُظهِرْنَ شَيْئًا مِنَ الزِّينَةِ لِلْأَجَانِبِ، إِلَّا مَا لَا يُمْكِنُ إِخْفَاؤُهُ[32]

"غیر محرموں کے سامنے زینت سے کوئی چیز ظاہر نہ ہو جائے مگر وہ جس کا چھپانا ناممکن ہو جیسے بڑی چادر اور کپڑے وغیرہ۔"

اور سیدنا ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس استثناء سے مراد چہرہ اور دونوں ہاتھ ہیں[33]۔ مفسرین کے نزدیک پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس آیت میں عورتوں کو ابداء زینت (زینت ظاہر کرنے) سے فتنے کے سبب منع کیا گیا ہے اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ عورت کی اصل حسن و جمال اس کا چہرہ اور ہاتھ ہیں اور ان دونوں کا دیکھنا عظیم فتنوں کا سبب بن سکتی ہے[34].

"وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ "

"اور اپنے کندھوں پر اوڑھنیا اوڑھے ڈالا کریں۔"

امام راغب لکھتے ہیں:

" خمر کی اصل کسی چیز کو چھپانا اور جس سے کسی چیز کو چھپایا جائے اسے خمار کہتے ہیں۔"

خمار کے معنٰی ہیں اوڑھنی یا دوپٹہ، عرف عام میں اس سے مراد وہ اوڑھنی یا دوپٹہ ہے جو عورت اپنے سر پر ڈالتا ہے رہی یہ بات کہ اوڑھنی یا دوپٹہ کس طرح ہو تو یہ ہر علاقے کے عرف پر منحصر ہے لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موٹے کپڑے کا ہونا چاہئیے، جیسے سیدنا دحیہ کلبیؓ فرماتے ہیں:

" أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبَاطِيَّ، فَأَعْطَانِي مِنْهَا قُبْطِيَّةً ، فَقَالَ: اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ، فَاقْطَعْ أَحَدَهُمَا قَمِيصًا، وَأَعْطِ الْآخَرَ امْرَأَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهِ، فَلَمَّا أَدْبَرَ، قَالَ:أْمُرِ امْرَأَتَكَ أَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهُ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا "

"رسول اللہ ﷺ کے پاس مصری کپڑے آئے تو آپ ﷺ نے ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے بھی عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا: اس کپڑے کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے کا قمیض اپنے واسطے بنالو اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دو تاکہ وہ اس سے دوپٹہ بنالے۔ راوی نے بیان کیا کہ جس وقت دحیہ نے پشت موڑی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی کو بتا دینا کہ وہ ایک اور کپڑا بھی پہن لے تاکہ اس کی سر نظر نہ آئے۔"

عورت کے خلقی حسن و جمال میں سینہ نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس آیت میں اس کے ستر کی خاص طور پر تاکید آئی ہے کہ دوپٹے کو سر پر سے لا کر سینے پر ڈال دیں۔ یہ گھر میں حجاب کا حکم ہے گھر سے باہر جلباب پہننا ہے جس کا حکم سورۃ الاحزاب میں مذکور ہے۔ جن لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے ان میں پہلے نمبر پر شوہر کا ذکر ہے کیونکہ شوہر اور بیوی کے درمیان تو کوئی پردہ نہیں یعنی وہ ایک دوسرے کے بدن کو دیکھ سکتے ہیں اس کے بعد اور محرمات کا بیان ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

باپ: اصل میں لفظ آباء استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم میں میں دادپرداد اور ناناپرنان اوپر تک سب شامل ہیں۔

(1) خسر: شوہر کا باپ خواہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے ہو۔

(2) **بیٹے:** بیٹوں میں پوتے، پڑپوتے اور نواسے، پرنواسے نیچے تک سب شامل ہیں اور ان میں سگے سوتیلے کا کوئی فرق نہیں۔

(3) **شوہروں کے بیٹے:** جس طرح اپنے بیٹوں میں ہر قسم کے بیٹے شامل ہیں اس طرح شوہر کے بیٹوں میں بھی پوتے، پڑپوتے اور نواسے، پڑنواسے سب شامل ہیں، یعنی ان سب کے سامنے عورت اس طرح آسکتی ہے جس طرح اپنے بیٹوں کے سامنے آسکتی ہے.

(4) **بھائی** : بھائیوں میں سے سوتیلے اور اخیافی سب شامل ہیں۔

(5) **بھتیجے اور بھانجے** : بھائی بہنوں کے بیٹوں سے مراد تین قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد ہیں ان کے پوتے پڑپوتے اور نواسے، پڑنواسے سب اس میں شامل ہیں۔

(6) **عورتوں کے سامنے** : اصل میں لفظ: أَوْ نِسَائِهِنَّ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہے " ان کی عورتیں" اب ان سب سے کون عورتیں مراد ہیں۔ اس بارے میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک ان سے مراد مسلمانوں کے میل جول اور ان کی جانی پہچانی عورتیں ہیں، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اور جان پہچان سے مراد ان کے اخلاق و کردار کا علم ہے [35]، دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے صرف مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ مسلمان عورتوں کو غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرنا چاہئے اس گروہ کا دلیل سیدنا عمر کا مکتوب ہے۔

(7) **اپنے مملوک کے سامنے:** امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آیت کا ظاہر غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے لیکن سیدنا ابن مسعودؓ سعید بن المسیب اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ اس سے صرف لونڈیاں لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی آزاد مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے غلام کے سامنے اظہار زینت کرے۔ سعید بن مسیب فرمایا کرتے تھے:

" لا تغرنكم هذه الآية او ما ملكت ايمانهن، انما عنى بها الاماء[36]"

"تم اس آیت سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ اس لیے یہ لونڈیوں کو شامل ہے اور غلاموں کو شامل نہیں۔"

(8) **عورتوں کی رغبت نہ رکھنے والے مردوں کے سامنے** : قرآن کریم کے الفاظ اس طرح ہیں:

"یعنی مردوں میں وہ جو تابع ہوں اور خواہش نہ رکھتے ہوں۔ تابع اسی طرح جیسے خادم اور اجیر اور یہ دونوں کسی جسمانی یا عقلی معذوری کی بناء پر خواہش نہ رکھتے ہوں یا بہت بوڑھے ہوں [37]۔"

(9) ایسے بچوں کے سامنے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آشنا نہ ہوں۔ اس سے مراد وہ بچے ہیں جو وطی سے غافل ہو گا لیکن اس سے مراد صرف وطی نہیں بلکہ وطی اور اس کے سارے محرکات اور شہوانی باتیں مراد ہیں۔ اس اصول الٰہی سے

واضح ہوا کہ شریعت اسلامی وہ تمام راستے بند کر دیتی ہے جن کے ذریعے انسان فحشاء اور بے حیائی میں جاتا ہے۔ جیسے غیر محرم کی طرف گھور گھور کر دیکھنا، اس کے لیے زینت کرنا وغیرہ سب کو ممنوع قرار دیا۔ نیز اس اصول میں عورتوں کو بڑے چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کی زینت اور مواضع زینت پوشیدہ رہیں اور معاشرہ اس کی فتنوں سے محفوظ رہے۔

مردوں کو مائل کرنے والے ذرائع سے اجتناب

سد باب فحشاء کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مؤمنات اس بات کا اہتمام کریں کہ وہ اپنی آپ کو ایسے حرکات سے روکے رکھیں جن سے مرد ان کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں حکم خداوندی ہے:

"وَلا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ[38]"

"اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مار کے نہ چلیں کہ ان کی مخفی زینت ظاہر ہو۔"

اس آیت میں اگرچہ صرف زیور کی جھنکار کی ممانعت آئی ہے یعنی اس طرح فرمایا کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ جیسا کہ آیت کا شان نزول بھی ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس طرح بیان کی ہے کہ ایک عورت نے چاندی کی پازیب پہنی تھیں پس جب وہ ایک قوم کے پاس سے گزر رہی تھی تو زمین پر پاؤں مارتی ہوئی جنکار کی آواز پیدا ہوتی تو یہ آیت نازل ہوئی[39] ۔ لیکن یہ حکم صرف زیور کی آواز تک محدود نہیں بلکہ ان سب کو شامل ہے جو مرد کے قلب کو مشتعل کردے جیسے غیر مردوں کے ساتھ ایسا لہجہ اختیار کرنا کہ وہ دل کے مریض بن جائیں یعنی وہ ان کی طرف مائل ہو جائیں لیکن یہ لہجہ کسی ضروری بات کے دوران مراد ہے ورنہ بے محل گفتگو اور بات چیت تو اجنبیوں سے ویسے بھی حرام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَّعْرُوفًا"

"پس دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل مرض ہو وہ طمع میں مبتلا ہو جائے اور ان سے دستور کے مطابق بات کیا کروں۔"

بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی: سد باب فحشاء کے لیے تفسیر روح المعانی نے جو اصول وضع کئے ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ عورتیں بلا ضرورت اور سج دھج کر باہر نہ نکلے، ارشاد خداوندی ہے:

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى"

"اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھے رہو اور جاہلیت کی سی بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو۔"

اس آیت میں عورتوں کو گھر سے بلا ضرورت باہر نکلنے پر پابندی عائد کری گئی ہے اور اجازت کے ساتھ باہر نکلنے کا طریقہ بتایا گیا

ہے کہ نکلتے وقت پوری عصمت ملحوظ رکھوں، نہ تمہاری لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہیئے کہ نظروں کو تمہاری طرف مائل کرے، نہ اظہار حسن کے لیے تم میں کوئی بے تابی ہو کہ چلتے چلتے کبھی چہرے کی جھلک دکھاؤاور کبھی ہاتھوں کی نمائش کرو۔اسی طرح عورتوں کو خوشبو لگا کر نکلنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں:

"وَالمرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالمجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا يَعْنِي زَانِيَةً[40]"

"اور عورت جب خوشبو لگائے پھر مردوں کی مجلس سے گزر جائے تو وہ ایسی ایسی ہے جیسے زانیہ۔"

اس اصول کی رو سے عورتوں کے لیے بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں اور ضرورت کے لیے باہر جانے کی صورت میں خوشبو لگانا حرام ہے۔ غیر مناسب لہجہ میں غیر مردوں سے بات کرنا حرام ہے اور اسی طرح مردوں کو اپنی زینت پر خبر دار کرنا بھی حرام ہے۔ ورنہ ضرورت کی صورتیں تو ہمیں صحابہ کی دور میں بھی ملتی ہیں جیسے صحابہ کا ازواج مطہرات سے دینی مسائل کا سیکھنا اور صحابیات کا بعض اوقات صحابہ سے مسائل کا پوچھنا، لیکن جہاں ضروت نہ ہو اور نہ کوئی دینی اور اخلاقی فائدہ ہو تو وہاں شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

نکاح کی ترغیب

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاء يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ[41]"

"اور اپنی رانڈوں اور رنڈؤں اور ذی صلاحیت غلاموں اور لونڈیوں کے لیے نکاح کراؤ۔ اگر تنگ دست ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"

غض بصر، اور حفظ فرج اور اخفاء زینت کے اوامر ونواہی کے بیان کے بعد اب فحشاء کے سد باب کے لیے ایک اصول بیان کیا جا رہا ہے جو زنا اور اس کے دواعی سے بچنے کے لیے اور پاک دامنی کے حصول کے لیے ایک اچھی راہ ہے جو شریعت اسلامی نے منتخب کی ہے اور یہ مرد و عورت دونوں کے لیے بہترین راہ ہے۔ اس آیت میں پہلے وَأَنكِحُوا صیغہ امر ہے جو اولیا کے لیے ہے اور امر میں علماء کا اختلاف ہے جب کسی شخص کے بارے میں خطرہ ہو کہ وہ زنا کا ارتکاب کر بیٹھے گا اس کے لیے دین کی حفاظت کے لیے نکاح کرنا واجب ہے، اور اگر اس قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو تو امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستحب جب کہ امام شافعی کے نزدیک مباح ہے [42] ۔ نکاح کر لینے سے انسان کو خانہ داری زندگی کا آرام اور سکون ملتا ہے۔ گھریلوں زندگی میں سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور گھریلوں زندگی میں اس اطمینان وسکون سے حیات انسانی کو فکر و عمل سے

ہر موڑ پر سہارا ملتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً[43] "

"اور یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اوت ہمدردی ودیعت کی۔"

اسی طرح ایک حدیث میں بیوی کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الدنیا متاع ،خیر متاعھا : النمرأۃ الصالحۃ"

"دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع عورت ہے۔"

نکاح کر لینے سے ہی انسان کئی گناہوں مثلا بد نظری اور زنا وغیرہ کے گناہ سے بچ جاتا ہے، اس لیے کہ نکاح کر لینے سے جنسی ہیجان کم ہو جاتا ہے۔ یہ جنسی ہیجان انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو اپنے سکون کی خاطر مذہب وا خلاق ہی کی نہیں بلکہ شرافت اور انسانیت کی بھی ساری پابندیاں توڑ ڈالنے سے گریز نہیں کرتا، مگر جب اس کو جائز ذرائع سے سکون مل جاتا ہے تو پھر یہ معتدل ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جائز ذریعہ نکاح ہی ہے۔ اس اصول میں ہر فرد کے لیے نکاح کرنے کا حکم ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ آزاد ہو یا غلام اور مرد یا عورت تاکہ مسلم معاشرہ ہر قسم کے رذائل اور فواحش سے پاک ہو جائے اور یہ نکاح کے بغیر ناممکن ہے، کیونکہ جب جوانوں کو نکاح کے بندھن میں جکڑا جائے تو ان کی شہوات اعتدال پر آتے ہیں اور اسی نکاح میں حرام سے حلال پر قناعت ہے۔

زنا بالاجرت کا خاتمہ

سابقہ آیات میں نکاح وعفاف کے احکام بیان کیے گئے جو مسلم معاشرے کو ہر قسم کے رذائل وفواحش سے پاک کرنے کا واحد راستہ ہے اور جس میں حرام سے حلال پر قناعت ہے اب اس آیت میں بغآء سے منع کیا گیا ہے کہ فواحش کے سارے راستے بند ہو جائیں اور اس فعل (زنا) کے ارتکاب سے معاشرہ محفوظ رہے۔ زنا بالاجرت کے بارے میں ارشاد ہے:

"وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[44]"

"اور اپنی لونڈیوں کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ عفت کی زندگی کی خواہاں ہیں محض اس لیے کہ کچھ متاع دنیا تمہیں حاصل ہو جائے اور جوان کو مجبور کرے گا اس کے بعد ان کے لیے غَفُورٌ رَّحِيمٌ ہے۔"

بغآء سے مراد عورت سے اجرت پر زنا کرنا ہے، یہ بغی سے مشتق ہے بمعنٰی: طلب، یعنی اس میں معمولی عوض کے بدلے

بدکاری کی طلب ہوتی ہے[45] نکاح کا حکم کے نازل ہونے کے وقت عرب میں بغاء کے مختلف طریقے رائج تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"أَنَّ النِّكَاحَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ اليَوْمَ: يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ،فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا، وَنِكَاحٌ آخَرُ: كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلاَنٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلاَ يَمَسُّهَا أَبَدًا، حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ. وَنِكَاحٌ آخَرُ: يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُونَ العَشَرَةِ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ، وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ، حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، تَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ، فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلاَنُ، تُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ بِاسْمِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ، وَنِكَاحُ الرَّابِعِ: يَجْتَمِعُ النَّاسُ الكَثِيرُ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى المَرْأَةِ، لاَ تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا، وَهُنَّ البَغَايَا، كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُونُ عَلَمًا، فَمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ، فَإِذَا حَمَلَتْ إِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ القَافَةَ، ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ، فَالْتَاطَ بِهِ، وَدُعِيَ ابْنَهُ، لاَ يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ «فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالحَقِّ، هَدَمَ نِكَاحَ الجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ اليَوْمَ[46]»

"دورِ جاہلیت میں چار طریقوں پر نکاح ہوا کرتا تھا: ایک طریقہ تو ایسا تھا کہ جس پر آج کل کے دور میں نکاح ہوتا ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کی لڑکی یا اس کی ہمشیرہ کو پیغام دیتا ہے وہ مہر مقرر کرتا ہے اور اس شخص سے نکاح کر دیتا ہے۔ دوسرا طریقہ اس طرح تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے وہ حیض سے پاک ہو جاتی کہتا کہ فلاں شخص کو بلا بھیجو اور اس سے ہم بستری کرو پھر وہ شوہر اس عورت سے علیحدہ رہتا اور اس سے کبھی بھی صحبت نہ کرتا جب تک کہ اس کو علم نہ ہو جائے کہ وہ عورت اس سے حاملہ ہو چکی ہے جس سے اس نے جماع کر دیا تھا جب علم ہو جاتا کہ وہ عورت حاملہ ہو گئی ہے تو اس وقت اگر شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا اور یہ طریقہ اس وجہ سے اختیار کرتے تاکہ لڑکا خوب صورت، طاقت ور اور عمدہ ہو تو وہ لوگ کسی شریف النفس اور خوب صورت شخص کے پاس عورت کو بھیج دیتے جو کہ خاندانی اور اعلیٰ نسب کا شخص ہوتا کہ اس شخص سے نطفہ حاصل کرے اور اپنے خاندان میں بھی ویسی ہی ولادت ہو ایسی نکاح کو نکاح استبضاع کہا کرتے تھے اور تیسری قسم کے نکاح کا طریقہ یہ تھا کہ آٹھ دس مرد ایک عورت کے پاس آتے جاتے ان میں سے ہر ایک شخص اس عورت سے جماع کرتا جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور اس کا بچہ پیدا ہو جاتا تو وہ عورت ان لوگوں سے کہتی کہ تم لوگ اپنا حال خوب جانتے ہو اور اب میرا بچہ پیدا ہوا ہے اور تم میں فلاں شخص کا یہ بچہ ہے وہ عورت کسی شخص کا نام لیتی وہ بچہ اسی کا شمار ہوتا اور چوتھی قسم کا نکاح یہ تھا کہ بہت سے مرد ایک عورت کے پاس آیا جایا کرتے وہ عورت کسی کو منع نہ کرتی اور ایسی عورت کو بغایا سے تعبیر

کرتے اور ان عورتوں کے گھروں پر جھنڈے لگے رہتے، یہی علامت تھی جو شخص چاہتا ان عورتوں کے پاس چلا جاتا جب وہ عورت حمل سے ہو جاتی اور اس کا بچہ پیدا ہوتا اس عورت کے سب آشنا اکٹھے ہوتے اور قیافہ جاننے والوں کو بلاتے اس کے بعد وہ قیافہ شناس جس کا لڑکا بتلاتے اس لڑکے کو اس شخص سے ملاتے وہ شخص کچھ نہ بولتا جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا تو اُنہوں نے دور جاہلیت کے نکاحوں کو باطل فرمایا اور وہ ہی نکاح باقی رہ گیا جو کہ مسلمانوں میں مروج ہے اور باقی تمام قسم کے نکاح کو منسوخ کر دیا۔"

سیدنا جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"أَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ يُقَالُ لَهَا: مُسَيْكَةُ، وَأُخْرَى يُقَالُ لَهَا: أُمَيْمَةُ، فَكَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا، فَشَكَتَا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ: {وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ} إِلَى {غَفُورٌ رَحِيمٌ}

"عبداللہ بن اُبی (منافق) کی دو لونڈیاں تھیں۔ جن کے نام مسیکہ اور امیمہ تھیں اور ان سے زنا بالجبر کراتا اور ان کی کمائی لیتا تھا تو ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت: وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ ۔ نازل ہوئی۔"

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"لا اختصاص للخطاب بمن نزلت فيه الآية بل هی عامة فی سائر المكلفين[47]"

"اس (حکم) میں کوئی اختصاص نہیں جس کے بارے میں نازل ہوئی بلکہ یہ حکم سارے مکلفین کے لیے عام ہے۔"

امام نسفی فرماتے ہیں:

"ان اردن تحصنا سے مراد ہے ان اردن تعففا عن الزنا یعنی اگر وہ زنا سے پاک رہنا چاہی ہیں اور اس سے شرط کی قید اس لیے لگائی کہ جبر بغیر ارادہ تحصن کے ممکن نہیں اور اس میں آقاؤں کے لیے توبیخ ہے کہ جب وہ خود ہی پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، زنا کو پسند نہیں کرتیں تو تمہیں ہر گز جائز نہیں کہ ان کو زنا پر مجبور کریں اس سے اگرچہ بظاہر شبہ ہوتا کہ وہ لونڈیاں جو پاک دامن نہیں رہنا چاہتیں تو ان سے بغاء کرانا جائز ہے لیکن شرط کی قید کی دو قسمیں ہیں: قید احترازی اور قید غیر احترازی تو یہاں قید غیر احترازی ہے: یعنی اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں یا نہ چاہیں ان کو قحبہ گری پر مجبور نہ کرو۔" "لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" "تاکہ تم دنیاوی فوائد حاصل کرو۔"

اس میں بھی ان اردن تحصنا کی طرح زجر و توبیخ ہے کہ اتنی معمولی فائدے کی خاطر بڑے مشقت اٹھانا کہاں کی عقل مندی ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز کے لیے زوال یقینی ہے اس لیے اس کام کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی کو بھی حرام قرار دیا گیا:

"وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"

ان الفاظ میں بدکاری پر مجبور ہونے والی لونڈیوں کے لیے معافی ہے۔ من کی جزاء محذوف ہے، یعنی: فلا اثم علیھن، کہ

ان پر کوئی گناہ نہیں اس نہی کے بعد جو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کریں گے تو ذمہ داری مالک پر ہے نہ کہ لونڈیوں پر، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی مجبوری کا عذر قبول کر لیا ہے:

حدِ زنا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد مُبارک ہے:

"الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ [48]"

"زانی عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے میں ان کے ساتھ کوئی نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہونے پائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اُن کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔"

اس مسئلے کے بہت سے اخلاقی اور تاریخی پہلو تشریح طلب ہیں جن کی تفصیل کے بغیر اس قانون الٰہی کا سمجھنا مشکل ہے۔ لفظ زنا کے مفہوم کے بارے میں امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"الزناء وطی المراۃ من غیر عقد شر عی [49]"

"زنا سے مراد عورت سے بغیر عقد شرعی کے وطی کرنا ہے۔"

زنا کا اخلاقاً برا ہونا، اور مذہباً گناہ ہونا، یا معاشرتی حیثیت سے معیوب ہونا ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم زمانے سے آج تک انسانی معاشرے متفق رہے ہیں۔ اسلام میں زنا ایک قابل سزا عمل تین ہجری میں قرار دیا گیا تھا۔ لیکن اُس وقت یہ قانونی جرم نہ تھا بلکہ اُس سے پہلے بھی یہ ایک معاشرتی جرم تھا اس لیے حکم ہوا:

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کے مرتکب ہوں تو ان پر اندر سے چار گواہ طلب کرو پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو اپنے گھروں کے اندر محبوس کرو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکالے [50]۔"

لیکن یہ حکم اسلام کے ابتدائی دنوں کا تھا اس کے بعد سورۃ النور میں مکمل حکم اور سزا متعین ہوا جس میں غیر شادی شدہ زانی کے لیے سو کوڑوں کی سزا ہے اور شادی شدہ زانیوں کے لیے رجم کی سزا ہے۔ کوڑوں کی سزا تو اس آیت سے ثابت ہے اور رجم کا ثبوت سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے:

" دو مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جھگڑا کے سلسلے میں حاضر ہوئے اُن میں ایک نے کہا: آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمائیں، اس کے فریق مخالف نے کہا جو کہ اس زیادہ سمجھ دار تھا آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب

کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے اور مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو۔ کہنے لگا: میرا بیٹا اس کے ہاں ملازم تھا اور وہ اس کی اہلیہ سے زنا کا مرتکب ہوا تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کے لیے کوڑے ہیں سو میں نے اس کا فدیا سو بکریاں اور ایک لونڈی دی پھر میں نے چند اہل علم سے دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی کی سزا ہوگی اور اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بکریاں اور لونڈی واپس مل جائیں گے اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کے لیے اسے جلاوطن کیا جائے گا اور سیدنا اُنیس اسلمی کو حکم دیا کہ اُس کی بیوی کے پاس جائیں اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اس کو سنگ سار کردینا۔(اُنیس اس کی بیوی کے پاس گئے) اس نے اعتراف کرلیا تو اُنہوں نے سنگ سار کردیا[51]۔"

اب سزا کی کیفیت کیسی ہوگی اس بارے میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

" علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مارنا چابک سے ہو اور وہ بھی اوسط درجے کا ہو جیسا کہ امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں روایت نقل کی ہے: زید بن اسلم فرماتے ہیں: کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زنا کا اعتراف کرلیا تو آپ ﷺ نے ایک کوڑا طلب کیا جو کثرت استعمال سے بہت کمزور ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے سخت لاؤ تو ایک نیا کوڑا لایا گیا جو ابھی استعمال سے نرم نہیں پڑا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے ذرا کم! تو پھر ایسا لایا گیا جو سواری میں استعمال ہو چکا تھا اس سے آپ ﷺ نے ضرب لگوائی[52]۔ مارنا بھی اوسط درجے کی ہونی چاہیے۔ سیدنا عمر مارنے والے کو ہدایت کرتے کہ اس طرح مار کہ بغل نہ کھلے یعنی پوری طاقت سے ہاتھ کو تھان کر نہ مارنا[53]۔"

خلاصۂ بحث

قرآنِ حکیم نوعِ انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل پیغامِ ہدایت ہے جو نبی آخر الزمان سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ انسانی معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے قرآن نے چند اُصول ذکر کی ہیں اگر ہم اُن اُصولوں کو اپنی معاشرے میں رواج دیں اور اُن اُصولوں کی پابندی کریں تو ہم فحشاء جیسے بیہودہ افعال کا سدباب کرسکتے ہیں۔ قرآن نے معاشرہ سے سد فحشاء کے لیے زنا سے نفرت، حد قذف، اصول استیذان، مردوں کو مائل کرنے والے ذرائع سے اجتناب، مومنوں پر بدگمانی سے اجتناب، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت، غیر محرموں سے پردہ کرنا اور معاشرہ میں فحشاء کی اشاعت کرنے والے اداروں پر پابندی اور حد زنا جیسے اُصول ذکر کیے ہیں۔ ان اُصولوں کے ذریعے ہم اپنی معاشرہ کو فحشاء اور بیہودگی سے پاک کرسکتے ہے۔

جدید معاشرے میں انسان کو سب سے بڑا چیلنج معاشرتی برائیوں کا درپیش ہے جس میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

قرآن مجید صرف بیہودگی اور بے حیائی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ اس قسم کی تمام برائیوں کو جڑ سے ختم کرنے کے اُصول بھی ذکر کرتا ہے۔سد باب فحشاء وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ فحشاء ایک معاشرتی ناسور ہے اور اس کا روک تھام انتہائی ضروری ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے تمام ذرائع جو فحشاء کی اشاعت کرتے رہتے اُن پر مکمل پابندی لگائی جائیں۔ عورتوں کو بلاضروت گھر سے نہیں نکلنا چاہیے اور ضرورت کے وقت بھی جب گھر سے نکلنا ہو تو ایسے ذرائع سے اجتناب کرنا چاہیئے جس سے مردوں کے دلوں میں بُرے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 امام راغب اصفہانی، ابوالقاسم، حسین بن محمد بن مفضل، المفردات فی غریب القرآن:384، دار المرفۃ، بیروت (س۔ن)

2 أبوالبقاء الحنفی، أیوب بن موسیٰ، الکلیات معجم فی المصطلحات الفروق اللغویۃ، فصل الغاء1: 674 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت (س۔ن)

3 سورۃ البقرۃ2 :169

4 آلوسی ،شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی سورۃ البقرۃ2 :169، دار الکتب العلمیہ، بیروت2008ء

5 ابن المبارک، ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ ابن مبارک، الزہد والرقائق:355، دار الکتب—بیروت (س۔ن)

6 سورۃ النور24 :3

7 ابن جریر، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن19: 100 موسسۃ الرسالہ، بیروت، 1421ھ

8 سورۃ النور24 :4

9 جصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی ' احکام القرآن3: 267، سہیل اکیڈمی، لاہور (س۔ن)

10 نفس مصدر

11 احکام القرآن للجصاص3: 268

12 سورۃ النور24 :12

13 امام رازی، أبوعبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)23: 150، دار احیاء التراث العربي—بیروت (س۔ن)

14 تفسیر الطبری9: 284

15 سورۃ النور24 :19

16 سورۃ النور24 :21

17 المفردات: 152

18 تفسیر روح المعانی24: 218

19 ابن عاشور، التحریر والتنویر18: 150، موسسۃ التاریخ، بیروت1420ھ/ 2000ء

20 سورۃ النور24 :27 - 29

21 تفسیر طبری9: 197

22 امام ابوداود، سنن ابوداؤد، کتاب الادب(35) باب کیف الاستیذان(137) حدیث(1577) دار الحدیث بیروت، 1388ھ

23 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری ، کتاب الاستیذان (79) باب التسلیمۃ والاستیذان ثلاثا(13) حدیث (6245) دار الفکر بیروت، 1414ھ/1994ء

24 احمد بن حنبل، أبو عبداللہ أحمد بن محمد، المسند 1: 381، مؤسسۃ الرسالۃ، 2001 ء

25 سورۃ النور24: 30-31

26 امام مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب القدر(46) باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء(3) حدیث 2657 مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر (س۔ن)

27 امام ترمذی، محمد بن عیسیٰ ، سنن ترمذی، ابواب ا لنکاح، باب ما جاء فی النظر الی المخطوبۃ، حدیث (1087) دار الکتب العلمیہ، بیروت (س۔ن)

28 الطبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن أحمد، المعجم الکبیر حدیث(10362)، مکتبہ ابن تیمیہ –قاہرۃ، 1415 ھ/ 1994 ء

29 سنن ترمذی، کتاب الادب(44) باب ماجاء فی حفظ العورۃ(22) حدیث(2769)

30 سورۃ النور24 :31

31 ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ، احکام القرآن12: 152، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، 1425ھ

32 ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمرن کثیر، تفسیر القرآن العظیم3: 379، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، 1420ھ

33 احکام القرآن لابن العربی 12 : 152

34 احکام القرآن للقرطبیؒ 12 : 209

35 نفس مصدر

36 احکام القرآن للقرطبیؒ 12 : 213

37 النیشاپوری، نظام الدین الحسن بن محمد، غرائب القرآن ورغائب الفرقان18: 80 دار الکتب العلمیہ بیروت، 1416 ھ

38 سورۃ النور24 :31

39 تفسیر طبری9 : 310

40 سنن ترمذی، کتاب الادب(44) باب ماجاء فی کراہیۃ الخروج المراۃ متعطرت(35) حدیث(2784)

41 سورۃ النور24 :32

42 احکام القرآن لابن العربی3: 1377

43 سورۃ الروم30 :21

44 سورۃ النور24 :33

45 الازہری، محمد حسن حسن جبل، معجم تہذیب اللغۃ1: 367، دار المعرفۃ، بیروت، 1422ھ-2001ء

46 صحیح بخاری، کتاب ا لنکاح(67) باب من قال: لا نکاح الا بولی(27) حدیث(5127)

47 روح المعانی 9: 350

48 سورۃ النور24 :2

49 المفردات:215

50 سورۃ النساء4: 15

51 صحیح بخاری، کتاب المحاربنین اہل کفر والردۃ، حدیث(6842-6843)

52 امام مالک، مالک بن انس، المؤطا، کتاب الحدود (41) حدیث(12)، داراحیائے الکتب العربی مصر(س-ن)

53 احکام القرآن لابن العربی3 :1327